السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

نمازتراویح کے بارے میں کیا حکم ہے اوراس کی رکعات کتنی ہیں؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

نماز تراویح سنت ہے اوریہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات مسجد میں نمازادا کی۔ لوگوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نمازپڑھی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری رات نمازپڑھی اورلوگوں کی بھی کثیر تعداد نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نمازادا کی، پھر لوگ اسی طرح تیسری یا چوتھی رات میں بھی جمع ہوئے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہ لائے اورجب صبح ہوئی تو آپؐ نے فرمایا:

(قد رَأَيْتُ الَّذِي صَنَعْتُمْ فَلَمْ يَمْنَعْنِي من الخُرُوجِ إليكُم الأَأنِّي خَشِيتُ أن تُفرَضَ علَيكُم» (صحیح مسلم، صلاة المسافرین، باب الترغیب فی قیام رمضان۔۔۔ح ۷۶۱»

''تم لوگوں نے جوکیا میں نے اسے دیکھا ہے اور گھر سے میں اس لیے نہیں نکلا کہ مجھے یہ خدشہ لاحق ہوا کہ کہیں اس نماز کو تم پر فرض قرار نہ دے دیا جائے۔''

اس واقعہ کا تعلق رمضان سے ہے۔ نماز تراویح کی رکعات کی تعداد گیارہ ہے کیونکہ صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب ان سے سوال کیا گیا کہ رمضان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کیسے

ہوا کرتی تھی؟ توانہوں نے جواب دیا:

(ما كان يَزِيدُ في رَمَضَانَ وَلَا غَيرِهِ علَى إِحدَى عَشرَةَ رَكعَةً» (صحیح البخاري، التہجد، باب قیام النبی باللیل، ح: ۱۱۴۷ وصحیح، مسلم صلاة المسافرین، باب صلاة اللیل۔۔۔ح: ۷۳۸»

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان وغیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نماز نہیں پڑھتے تھے۔''

اگر کوئی تیرہ رکعت پڑھ لے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

(كانت صلاةُ النَّبِيِّ ثَلاثَ عَشرَةَ رَكعَةً» (صحیح البخاري، التہجد، باب کیف صلاة النبی۔۔۔ح: ۱۱۳۸ وصحیح مسلم، صلاة المسافرین، باب صلاة النبی ودعائہ۔۔۔ح: ۷۶۴»

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تیرہ رکعت تھی۔''

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کی رکعات کی تعداد تیرہ تھی۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بھی نماز تراویح کی تعداد گیارہ ہی ثابت ہے جیسا کہ موطأ میں اس سند کے ساتھ ثابت ہے، جو تمام سندوں میں سب سے زیادہ صحیح سند ہے۔ اگر اس سے زیادہ رکعات بھی پڑھ لی جائیں تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جب رات کی نماز کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ دو دو رکعت ہے۔ (صحیح البخاري، الوتر، باب ماجاء فی الوتر، حدیث: ۹۹۰)

اورپھر آپ نے تعداد کی کوئی حد مقرر نہ فرمائی۔ سلف سے اس بارے میں مختلف معمولات ثابت ہیں کیونکہ اس مسئلہ میں کافی گنجائش ہے، البتہ افضل یہ ہے کہ اس تعداد کو اختیار کیا جائے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور وہ ہے گیارہ یا تیرہ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا خلفائے راشدین میں کسی سے یہ ثابت نہیں کہ ان کا تیئس رکعات پڑھنے کا معمول بلکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے گیارہ رکعات ہی ثابت ہیں۔ انہوں نے حضرت ابی بن کعب اور حضرت تمیم الداری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعات پڑھایا کریں۔ (الموطا الامام مالک، الصلاة، باب ماجاء فی قیام رمضان، حدیث: ۲۸۰)

اورحضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے شایان شان بھی یہی بات ہے کہ ان کا عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ہو۔

ہمیں اس بارے میں نہیں معلوم کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ۲۳/رکعات سے زیادہ پڑھی ہوں بلکہ ظاہر اس کے خلاف معلوم ہوتا ہے علاوہ ازیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت کو اس سے قبل بیان کیا جاچکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان وغیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھا کرتے تھے اوربلاشبہ! حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع بھی حجت ہے کیونکہ اس میں وہ خلفائے راشدین بھی ہیں جن کے اتباع کا ہمیں حکم دیا گیا ہے اورپھر وہ اس امت کے خیر القرون بھی گردانے جاتے ہیں۔

یاد رہے کہ نماز تراویح کی رکعات میں اجتہاد کی گنجائش ہے، لہٰذا اس مسئلہ کو امت کے انتشار و خلفشار کا سبب نہیں ہونا چاہیے، خصوصاً جب سلف سے اس کے بارے میں مختلف معمولات منقول ہیں اور ایسی کوئی دلیل نہیں جو اس مسئلہ میں اجتہاد سے مانع ہو۔ کسی اہل علم نے اس کے اجتہاد کی مخالفت کرنے والے سے کیا خوب کہا کہ آپ نے میری مخالفت کر کے درحقیقت میری تائید کی ہے کیونکہ ہم دونوں کی رائے یہ ہے کہ اجتہادی مسائل میں انسان جس بات کو حق سمجھے اس کے لیے اس کا اتباع کرنا واجب ہے۔

ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی پسند اور رضا کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے!

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ ارکان اسلام

عقائد کے مسائل: صفحہ296

محدث فتویٰ